سولھویں قسط

حسرت

جناب عابد رضا صاحب بیدار رام پوری

کراچی، ۶ر جولائی - مولانا حسرت موہانی ۲ ماہ کے دورۂ انگلستان کے بعد آج ہندوستان واپس آئے۔ بندرگاہ پر اُن کا استقبال مسٹر یوسف عبداللہ ہارون کی قیادت میں قومی گارڈ کے اراکین نے کیا۔ یونائیٹڈ پریس سے ملاقات کے دوران میں مولانا نے کہا کہ وہ واقعی محسوس کرتے ہیں کہ ہندوستان کا مستقبل تاریک ہے تا وقتیکہ مذہب کی اصطلاحات میں سیاسی جماعتیں قائم کرنے کا موجودہ رواج ترک نہ کردیا جائے، انھوں نے خالص معاشی بنیاد پر ہندوستان کے لئے تین سیاسی جماعتوں کے قیام کی وکالت کی یعنی مالدار (سرمایہ دار جماعت) نامدار (متوسط طبقے کی جماعت) اور کامدار (کسانوں اور مزدوروں کی جماعت) انھوں نے کہا کہ ان جماعتوں کے اراکین کو کانگریس اور مسلم لیگ میں شریک ہوجانا چاہئے تاکہ اُن پر اثر ڈالکر اپنے خیالات کی طرف پلٹایا جائے۔

مولانا کا تعلق کامدار جماعت سے ہے، اس قسم کی ایک جماعت مسٹر ایم این رائے نے قائم کی ہے جسکا نام ریڈیکل پارٹی ہے، ان کا ارادہ ہے کہ اس جماعت کو مستحکم کرنے کیلئے مسٹر رائے سے ملیں، فرقہ دارانہ سیاسی جماعتوں کے استحکام کا ذمہ دار قانونِ حکومتِ ہند کو قرار دیکر مولانا نے کہا کہ اس قانون کی وجہ سے اقلیتی فرقہ ہمیشہ اقلیت میں رہے گا۔ اس کی کوئی امید نہیں ہے کہ مسلمان صوبہ وار مجالسِ قانون یا مرکز میں بھی اکثریت حاصل کرسکیں، واحد حل یہ ہے کہ کامدار ریڈیکل پارٹی ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک سے مفادات کے ساتھ بنائی جائے اور اقتدار پر قبضہ کیا جائے، یہ واحد حل ہے ہندستانی قانون کو کالعدم کرنے اور کامل آزادی حاصل کرنے کا۔

اخبار مستقل کان پور - جنوری تا اگست ۱۹۳۹ء
بطور ضمیمہ اُردوئے معلّی - جنوری تا اگست ۱۹۳۹ء

حسرت موہانی کا مجوزہ دستور" اتحادیہ، وفاقیاتِ ہند"

مع کابینہ ترکیبیہ ہند مستقر دہلی

وفاقیہ ہند مشرقی	وفاقیہ ہند جنوب مشرقی	وفاقیہ ہند مرکزی	وفاقیہ ہند جنوب مغربی	وفاقیہ ہند مغربی
جمہوریہ آسام، بنگال، اڑیسہ	آندھرا، مدراس	سی پی، بہار، یوپی، مہاراشٹر	گجرات، بمبئی، بلوچستان	سرحد، سندھ، پنجاب

بہ شرائطِ ذیل :

(۱) ترکیبیہ ہند کا حق ہوگا کہ جن آزاد حکومتوں یا جمہوریتوں، مثل برطانیہ، روس یا چین سے چاہے معاہدۂ دوستی یا غیر جانبداری کرے، نیز صلح و جنگ کا بھی اعلان کر سکے۔

(۲) ترکیبیہ ہند میں بغرض اشتراکِ عمل ہر وفاقیۂ ہندستان برابر تعداد میں اپنے نمائندے بذریعہ انتخاب بھیجے گا۔

(۳) ہر جمہوریہ وفاقیہ کو اپنا اپنا گورنر یا گورنر جنرل، انتخاب کرنے نیز اپنے ایوان ہائے قانون کے انتخاب کا حق ہوگا۔

(۴) ہر جمہوریہ و وفاقیہ کے انتخاب میں حقِ رائے کُل آزاد بالغوں کو حاصل رہے گا اور پارٹیاں صرف سیاسی بن سکیں گی اور یہ شرط لازمی طور پر درجِ دستور ہوگی کہ اگر ایک رائے بھی صریحاً فرقے یا مذہب کی بنا پر حاصل کی جائیگی تو بشرطِ ثبوت وہ انتخاب کالعدم ہو جائے گا۔

(۵) سیاسی پارٹیوں کی صحیح تشکیل کے لئے مالدار (CAPITALIST) اور نامدار (NATINALIST) پارٹیوں کی طرح کامدار پارٹی (SOCIALIST) بھی جائز سمجھی جائے گی اور خلافِ قانون نہ قرار دی جا سکے گی۔

(۶) ترکیبیہ کے صدر کا انتخاب براہِ راست کل باشندگانِ ترکیبیہ کی رائے سے ہوگا۔ اور اس کا دائرۂ عمل مسائلِ مفوّضہ تک محدود رہے گا۔ وفاقیہ ریاستیں خود مختار رہیں گی۔ اور ما بقی معاملات میں ترکیبیہ کی ماتحت نہ ہونگی۔

(۷) اسی طرح وفاقیہ کے صدر کا انتخاب بھی براہِ راست بالغانِ وفاقیہ کی رائے سے ہوگا۔ اور اس کا

دائرۂ عمل مسائلِ مفوضہ تک محدود رہے گا۔ باقی معاملات میں جمہوریتیں خود مختار ہوں گی، وفاقیہ کے ماتحت نہوں گی۔

(۸) اگر حکومتِ برطانیہ اس مجوزہ دستور کو منظور اور اس کے فوری قیام کو تسلیم کریگی، تو موجودہ صوبجاتِ ہند کے یورپین گورنر مجوزہ جمہوریتوں کے گورنر اور ہندستان کے موجودہ گورنر جنرل ترکیبیہ ہند کے عارضی پریزیڈنٹ مان لئے جائیں گے۔ اور دورانِ جنگ میں ہندستان کی کل فوج اور وسائل انکے اور موجودہ کمانڈر انچیف کے ماتحت کام میں لائے جاسکیں گے، البتہ جنگ کے کامیاب خاتمے پر اہلِ ہند باضابطہ طور پر اپنے گورنر اور کل ہند پریزیڈنٹ منتخب کرلیں گے۔

(۹) ہندستان کی موجودہ دیسی ریاستوں میں جو اور جب، ایک وفاقیہ آزاد کا درجہ حاصل کرلیں مثلاً حیدرآباد و برار، وہ بھی آئندہ اس ترکیبیہ نظام میں شامل ہوسکتی ہیں۔

(۱۰) باقی دیسی ریاستیں بھی بشرطِ حصولِ آزادی وجمہوریت اپنی اپنی جگہ حسبِ حیثیت واہمیت وفاقیہ نظامِ حکومت یا جمہوریہ نظامِ حکومت میں شامل ہوسکتی ہیں۔ (اُردوئے معلیٰ - جنوری - فروری ۱۹۴۲ء)

(SOVEREIGN STATE (جمہوریہ) (CONFEDERAL (کنفیڈرل) (UNION (اتحادیہ)

ضمیمہ

ضمیمہ (۲)

اقسامِ سخن

جو کلام خالص جذباتِ حُسن وعشق کا حامل اور اپنی خوبی کیلئے کسی محسوس صنعت گری کا محتاج نہ ہو وہ عاشقانہ کہلائیگا اور جس کلام میں عشقِ مجازی سے برتر درجے پر عشق سے عشق (!) اور حُسن سے حسنِ مطلق مراد ہو، وہ عارفانہ ہوگا، اور اس کے برخلاف جن غزلوں میں مجازی عشق سے کمتر درجے کے جذباتِ ہوس کی مصوّری اور صحیح مصوری موجود ہو وہ فاسقانہ کہلائے گا۔ مثلاً، عاشقانہ شاعری کی مثالیں زیادہ تر میر و مصحفی، قائم و غالب، شیفتہ وحالی، جلال لکھنوی اور شاد عظیم آبادی کی غزلوں میں ملیں گی اور عارفانہ شاعری کے نمونے درد دہلوی، نیاز بریلوی اور آسی سکندرپوری کی غزلوں میں دستیاب ہوں گے، اور فاسقانہ سخن سنجی کی تصویریں زیادہ جرأت، اور کمتر مصحفی و انشا یا متاخرین میں کسی قدر مضطر خیرآبادی اور گستاخ رامپوری کے ہاں

موجود ہیں۔

فاسقانہ شاعری کو بدمذاقی پر محمول کرنا، سوقیانہ و متبذل قرار دینا، انصاف کا خون کرنا ہے، حقیقت حال یہ ہے کہ جب شاعری کا مقصد صحیح جذبات کی مصوری مسلّم ہو تو پھر اس کے دائرے کو صرف پاک جذبۂ عشق تک محدود کر دینے اور عامۂ خلائق کے ۹۹ فیصدی جذبات ہوس کو اس طرح سے خارج کر دینے کی کوشش اور وہ بھی محض اس بنیاد پر کہ ان کا اظہار و اعلان بعض فقیہانہ و ملایانہ طبائع کی مصنوعی پاکیزگی خیال کیلئے ناگوار ثابت ہوگا، خود مخالفین ہوس نگاری کی انتہائی بدمذاقی اور بے شوری کے سوا اور کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا ...... البتہ اس ضمن میں حدِ اعتدال سے گذر جانا یا جیسا کہ رنگین کی بعض ریختیوں اور صاحبقراں و جان صاحب کے متبذل اشعار میں پایا جاتا ہے، بیشک قابلِ اعتراض ہے، مگر ایسے کلام کو فاسقانہ کے بجائے فاحشانہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اب اگر عاشقانہ شاعری کی خوبی بسیط ہونیکی بجائے مرکب ہو۔ یعنی صنعت گری کی بھی شرمندۂ احسان ہو اور یکسر بیگانۂ تاثیر بھی نہ ہو تو اس کو عاشقانہ کے بجائے شاعرانہ کہنا چاہیئے۔ دورِ حاضر کے تقریباً کل متغزلین کی اکثر غزلیں اسی رنگِ سخن کی حامل ہیں، اور آمد و آورد، کی درمیانی تقسیم کے تحت میں آتی ہیں۔

اس کے بعد بھی اگر شاعرانہ طرزِ سخن خوبیٔ اثر سے محروم ہو تو پھر اس کو شاعرانہ کہنے کے بجائے ماہرانہ یا اُستادانہ کہنا چاہیئے، مثلاً امیر مینائی و منیر شکوہ آبادی سے لیکر، بزم اکبر آبادی، ثاقب لکھنوی و ضامن کنتوری تک کی غزلیں نہ عاشقانہ ہیں نہ شاعرانہ، بلکہ ماہرانہ ہیں اور آورد کے تحت میں آتی ہیں، پھر اگر یہ ماہرانہ شاعری پختگی و مشاقی کے جوہر سے بھی خالی ہو اور بقول مصحفی، موزونیٔ طبع کا نتیجہ ہو تو اُسے ناظمانہ کہنا چاہیئے

عاشقانہ شاعری کے مانند عارفانہ شاعری کا بھی یہی حال ہے کہ اگر اس میں عشق و حُسن مطلق کی جگہ رسمی حد، یا اصطلاحی تصوف کا جلوہ نظر آتا ہو تو اس کو عارفانہ کے بجائے ناقفانہ کہنا چاہیئے جو آورد کے تحت میں آئیگی، یا اگر روحانی محرکاتِ عشق سے کمتر درجے پر جذبات خلوص و عقیدت کے ماتحت، نعت، منقبت یا سوز و سلام کے مضامین قیدِ نظم میں آئے ہوں اور فی الجملہ اثرانگیز بھی ہوں تو اس شاعری کو واعظانہ شاعری کہنا چاہیئے مثلاً غلام امام شہید، شاہ نیاز بریلوی، محسن کاکوروی، رضوان مرادآبادی، ضیا بدایونی حمید لکھنوی یا انیس و متعلقینِ انیس، تعشق، رشید وغیرہم کا کلام لیکن اگر اس قسم کا کلام محض صنعت گری

کام ہوں اور تاثیر سے محروم ہو یا محض حصولِ ثواب ونجات کی غرض سے وجود میں آیا ہو، مثلاً امیر مینائی یا مضطر خیرآبادی کا نعتیہ دیوان، یا مرزا دبیر کا تمام دفترِ منظومات، اس کو واعظانہ کے بجائے ماہرانہ کہنا ہوگا' یا نافعانہ، اور یہ دونوں قسمیں آورد کے تحت میں آتی ہیں -

علیٰ ہذا القیاس، فاسقانہ شاعری میں اگر خالص جذباتِ ہوس کی مصوری کے بجائے سماج یا مذہب و حکومت کے استخفاف یا انکار کا پہلو نمایاں ہو تو اُسے باغیانہ کہنا چاہئے، مثلاً جوش، احسان دانش، ساغر اختر شیرانی، مجاز ردولوی وغیرہم ترقی پسند ادب کے دعویداروں کی بیباک نگاری ......

اب صرف ایک قسمِ سخن اور رہ گئی یعنی ضاحکانہ، جس میں یا محض ظرافت ہوتی ہے، مثلاً ظریف لکھنوی یا احمق پھپھوندوی کا کلام - یا ظرافت کیساتھ طنز وقدامت پرستی کا پہلو نکلتا ہے، مثلاً اکبر الٰہ آبادی ظفر علیخاں کا کلام، جو ضاحکانہ کے علاوہ نافعانہ بھی ہو سکتا ہے مگر بہرحال آوردہی کے تحت میں آسکتا ہے ......

ہزل یا ہجو کا شمار بھی اس قسمِ سخن میں ہوتا ہے لیکن اگر یہ چیزیں حدِ اعتدال سے گذر کر پھکڑ بازی یا فحش گوئی کے درجے تک پہنچ جائیں تو اس کو ضاحکانہ کے بجائے سوقیانہ کہنا چاہئے -

(حسرت کے ایک غیرمطبوعہ مقالے سے، منقول، عبدالشکور، ۴۷-۴۹)

ضمیمہ (۳)
حسرت کے معاصر شعراء ایک قطعہ میں

معاصروں میں اسمٰعیل وجاوید ورشید' اکبر — جلیل ونظم ورضوان' افضل وبزم و فصاحت کا
ریاض ومضطر وشوق وصفی ،شاد و اثر، مائل — عزیز وثاقب وبیخود، نظر، اقبال ورفعت کا
شہیر وکوثر واختر، صمیم وسائل و اصغر — وسیم وحمد وبیباک دلیر و نوح و وحشت کا
حفیظ ورعب وتازش، آرزو، یاس' احسن وناطق — وفا، صفدر، ظفر، محشر، شفق، چکبست وشوکت کا
جگر، مانی، کلیم وطیش ورسوا، برھم و برتر — قمر، سیماب' امیر وبےنظیر و باغ وندرت کا
نسیم، ابرو، شرف، حشر وشرر، محمود وعطا، فانی — غریب ودل' نقیر وطالب مہر و وجاہت کا
نیاز وبسمل، انگر، نجم و دلگیر، اطہر وکیفی، — تمنا، رونق وعرشی وحضور وبرق وشہرت کا
ذہین ووصل وضامن' رعد وصبر و شاطر وشیدا — فصیح وعیش ومانی، محوی وفیروز و عشرت کا

تپش، نیرنگ، سالک، صدق و راغب، ہاشمی، قیصر — فلک، محروم، احمق، تاجور، توفیق و حسرت کا
جلیس و جوہر و سرشار و ساغر، ناظر و باسط — زلامی، ہادی و عزم و سراج و مہر و فطرت کا
ظریف، آشفتہ و آزاد، عاشق، بیدل و زیبا — سحر، موج و اسد، صابر، فراق، اعجاز و صولت کا
حزیں، تسلیم، راسخ، حالی، شبلی، داغ، امیر، آسی — جلال، اشرف، ذکی، مجروح و عاشق مست شوکت کا
نفیس، اکبر، نسیم، اوج و تعشق، مظہر و عارف — حسن، بے خود، سرور و ہجر و گستاخ و لطافت کا
حبیب و شاد و خورشید و صفی، محسن، رسا، ساقی — ظہیر و کامل و مشتاق و عیش، آزاد و رحمت کا
حکیم و اشہری، شہباز، افق، شوق و بیاں، نادر — شگفتہ، شعلہ و شمشاد و احساں، یاس و حسرت کا
بقا، یوسف، تجمل، تائب، انجم، بے خبر، ارشد — جنوں، فاسق، قضا، انعام، افسر، جاہ و رفعت کا

اس قطعہ میں ۲۰۸ تخلص درج ہیں جن میں سے بعض کئی شعراء میں مشترک ہیں اور اس طرح کل تعداد ۲۵۰ ہوتی ہے۔ "یہ قطعہ ۱۹۱۷ء میں لکھا گیا تھا"

ضمیمہ ۴

مہاتما گاندھی کی اہم قرارداد پاس ہونے کے بعد مجاہد دستور فقیہ الہند مولانا حسرت موہانی نے اپنی ترمیم ایک قرارداد کی صورت میں بابت تبدیلی عقیدہ کانگریس پیش کی جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ ان کے نزدیک قومی پارلیمنٹ ہند کا عقیدہ اور نصب العین بغیر غیر ملکی نگرانی کے تمام جائز اور باامن ذرائع سے حصول سوراج (حصول حریت کامل) ہونا چاہیئے۔

مولانا نے اپنی ترمیم پیش کر کے ایک مختصر مگر زبردست تقریر کی

مولانا نے فرمایا، مہاتما گاندھی نے ناگپور کانگریس میں کہا تھا کہ اگر مظالم پنجاب اور خلافت کی گورنمنٹ نے تلافی نہ کی تو وہ اعلان آزادی کر دیں گے، مولانا نے کہا کہ میں چاہتا ہوں اب جبکہ اس تجربہ میں ایک سال ضائع ہو گیا ہے مہاتما جی اپنا وعدہ پورا کریں، مولانا نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ مظالم پنجاب اور مظالم خلافت کا اس وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب تک کہ برطانوی امپیریلزم کو تباہ کر کے اور حریت کامل کیلئے مزید کوشش کر کے ان کے اعادہ کو ناممکن نہ بنا دیا جائے۔ مولانا نے فرمایا ہندوستان کو نوآبادیات کا سا درجہ نہیں دیا جائیگا۔

کیونکہ جن لوگوں کو نوآبادیات میں مراعات حاصل ہوئی ہیں وہ اسی مذہب کے پیرو ہیں اور ویسا ہی سفید رنگ رکھتے ہیں، حالانکہ ہندستان کی حالت قطعی اس طرح کی نہیں ہے،

مولانا حسرت موہانی نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ڈیلیگیٹ یہاں پر بدیں غرض تشریف لائے ہیں کہ بطور اپنے ایک نصب العین کے حریتِ کامل کا اعلان کریں، مولانا نے پوچھا کیا وہ ویسے ہی واپس جائیں گے (بعض نے کہا نہیں) مولانا کی تائید میں چار زبردست مقرروں نے تقریریں کیں۔

حضرت مولانا حسرت موہانی اور انکے مؤیدین کی تقریریں ختم ہونیکے بعد مہاتما گاندھی کھڑے ہوئے اور انھوں نے حسب ذیل تقریر کی۔

حضرات! میں یہ کہتا ہوں کہ ڈیلی گیٹ محض لفظوں کے پیچھے نہ جائیں اور محض بے پرواہی سے ووٹ نہ دیں بلکہ ایک ایسی تحریک کیلئے جو سخت ذمہ داریاں عائد کرتی ہے اور ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتی ہے ووٹ دینے سے پہلے پچاس مرتبہ غور کرلینا چاہئے، اور کہا، نصب العین کی تبدیلی کیلئے ووٹ دیکر آپ میرے رزولوشن کو بے معنی کردیں گے۔

جسکو آپ نے ابھی چند منٹ ہوئے تقریباً باتفاق رائے پاس کیا تھا اور جس سے نہ صرف مظالمِ پنجاب اور مسئلہ خلافت کا قطعی فیصلہ ہوسکتا ہے بلکہ انتظامی اختیارات نوکرشاہی کے ہاتھوں سے نکل کر آپکے ہاتھوں میں منتقل ہوسکتے ہیں، اور کہا کہ ہندو مسلم اتحاد ابھی تک ایسی منزل پر نہیں پہنچا کہ اس میں خلل پڑنا ناممکن ہو، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری شکایتوں کی تلافی اس سال کے اندر نہ کی گئی تو ممکن ہے کہ آزادی کا سوال ازسرنو اٹھایا جائے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آیا آپنے پورے پروگرام پر عمل کیا ہے؟ کیا نصب العین ایسی معمولی چیز ہے جس کیلئے لوگ اپنی جانیں دیدیں، جیساکہ لباس کہ جب جی چاہا بدل لیا اور چاہے جب اتار دیا۔ کیا آپ اپنے اس نصب العین کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں جسکو بڑے مباحثہ کے بعد ناگپور میں قبول کیا گیا تھا، جب اس نصب العین کو آپنے قرار دیا تھا تو ایک سال کی حد مقرر نہیں کی تھی، موجودہ نصب العین بڑا وسیع ہے اور ہم میں سے ہر ایک کمزور تر اور قوی تر آدمی پر حاوی ہے، ہم نے اس کو مسترد کردیا تو آپ ان لوگوں کو محروم کردینگے جو ہم میں سے کمزور ہیں حالانکہ سب سے پہلے ہم کو اپنی طاقت مضبوط کرنی چاہئے اور سب سے پہلے اپنی ہمت کو جانچنا چاہئے اور اس پانی پر نہ اترنا چاہئے جسکی گہرائی کا ہم کو علم نہیں ہے، مولانا حسرت کی یہ تحریک آپکو ایسے پانی پر لیجاتی ہے جسکی گہرائی معلوم نہیں، اس لئے میں اعتماد کیساتھ کہتا ہوں کہ آپ اس رزولوشن کو نامنظور کردیں گے۔

مہاتما گاندھی کی تقریر ختم ہونے پر پریذیڈنٹ نے مولانا حسرت کی تحریک پر ووٹ لئے اور وہ بڑی کثرت رائے کیساتھ مسترد کردی گئی، مولانا حسرت کے تائید کنندگان کی اگرچہ قلت رائے تھی تاہم ان کی تعداد کافی تھی۔

۲۵ دسمبر کی صبح آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا پھر اجلاس ہوا اور تمام دن مہاتما جی کی پیش کردہ قراردادِ اعظم پر بحث و مباحثہ ہوتا رہا...... فقیہ الہند جناب مولانا حسرت موہانی منتخبہ صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے سخت مخالفت کی، اور مطالبہ کیا کہ قرارداد مذکور میں سے ان فقرات کو نکال دیا جائے جن سے تشدد کے امکان کا اخراج کیا گیا ہے حتیٰ کہ اس کا خیال بھی جبتک کہ عقیدہ کا تقاضہ ہے، اگرچہ مولانا حسرت موہانی کو دو مرتبہ اس میں ناکامی ہوئی مگر انھوں نے اپنے مدعا کو بزور پیش کرنے کیلئے ہر ایک امکانی موقع سے فائدہ اٹھایا، نیز اس قسم کی ترمیمات سے بدیں بنا کہ آپ کا مذہب آپ کو اس کی اجازت دیتا ہے کہ اگر عدم تشدد اختیار کرسکتے ہیں۔ بحث میں مسلمان ممبران کے مابین بھی اس پوائنٹ پر اختلاف رائے ظاہر ہوتا رہا۔ بعض نے یہ خیال ظاہر کیا کہ مولانا حسرت موہانی کی ترمیم اختیار کرنے کے معنی کانگریس کے عقیدے میں تبدیلی کرنے کے ہیں۔ اس پر مولانا حسرت نے جواب دیا کہ ان کا ارادہ ہے کہ وہ کانگریس کے کھلے اجلاس میں تبدیلیٔ عقیدہ کیلئے زور دیں گے، ان الفاظ پر کوئی پانچ بجے تک بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ اور مہاتما جی کی تحریک پر جلسہ منگل کی صبح کیلئے ملتوی کیا گیا۔ تاکہ مسلمان فضلا اور علماء اس اہم مذہبی مسئلہ پر بخوبی غور و خوض کرکے تصفیہ کرلیں۔ (مرقع اجتماعات احمد آباد ۱۹۲۱ء مرتبہ زاہد نعمانی قادری؛ سوراج پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۲۱ء)

خطبۂ صدارت

(جو حسرت موہانی نے بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم لیگ چودھویں اجلاس منعقدہ احمد آباد میں پڑھا)

حضرات! آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس امسال کیلئے میں آپ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہ آپ نے مجھے اسکا صدر منتخب کیا، میں آپ سے نہایت خلوص کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ لیگ کا اجلاس امسال، جس میں ہندستان کی قسمت کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اس امر کا مقتضی تھا کہ اس کی صدارت کے لئے مجھ سے زیادہ قابل شخص کو منتخب کیا جاتا جیسے کہ رئیس الاحرار مولانا محمد علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، یا امام الاحرار مولانا ابوالکلام آزاد صاحب وغیرہ۔ بدقسمتی سے گورنمنٹ نے اوّل الذکر ہر دو اصحاب کو بالجبر ہم سے چھین لیا ہے اور موخر الذکر مولانا آزاد نے صدارت کی ذمہ داری پر اپنی ناقابلیت کا اظہار کرکے اپنے آپ کو اس کا صدر بننا منظور نہیں فرمایا.........

اس میں شک نہیں کہ لیگ کی موجودہ حالت بہت کمزور معلوم ہوتی ہے۔ مگر........ یہ آل انڈیا مسلم لیگ ہی تھی جس نے ہندستان کی سب سے اہم اور اوّل ضرورت خود مختاری، ہندو مسلم اتحاد، کا احساس کیا تھا۔ اس وقت جبکہ وہ اہم اور ضروری مدعا حاصل کرچکا ہے تو لیگ کا فرض ہے کہ اس کو بحال بھی رکھے اس کے علاوہ یہ بات بھی لیگ ہی کے پلیٹ فارم پر ہے کہ سیاسی آراء کے ہر قسم اور ہر طبقہ کے مسلمان انتہا پسند آتے رہے اور مستقبل میں بھی اغلباً ہر دو بہم جمع ہوا کریں گے۔

حضرات! قبل اسکے کہ میں لیگ کی کمزوری کے وجوہات بیان کروں، میرے لئے یہ بہتر ہوگا کہ میں لیگ کے اغراض و مقاصد کا اعادہ کروں جو حسب ذیل ہیں :

(۱) ہندستانیوں کا ہر ایک باامن اور جائز طریقہ سے حصولِ سوراج۔ (۲) ہندستان کے مسلمانوں اور دیگر اقوام میں دوستی اور اتحاد کو ترقی دینا۔ (۳) مسلمانانِ ہند کے سیاسی، مذہبی اور دیگر حقوق اور مفاد کی نگہداشت اور ان کی ترقی۔ (۴) مسلمانانِ ہند اور ممالکِ غیر کے دیگر مسلمان بھائیوں کے ساتھ رشتۂ اخوت اور تعلقاتِ برادرانہ کا قیام اور استحکام۔

ان میں اوّل الذکر عقیدہ کانگریس کے نام سے مشہور ہے۔ لہٰذا جس وقت تک مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق سوراج کی تعریف نہیں بتائی جائیگی اور جس وقت تک اس کے ذرائع حصول کو بکثرت نہیں بتایا جائےگا اس وقت تک یہ قدرتی امر ہے کہ لیگ میں مسلمانوں کے مفاد زوال پذیر رہیں گے۔

لیگ کا تیسرا مقصد "ہندو مسلم اتحاد" لیگ اور کانگریس کا مشترکہ مقصد ہے، چوتھا مقصد اتحادِ عالمِ اسلام جو مع دیگر مسائل کے، مسئلہ خلافت سے بھی متعلق ہے، اس کو خلافت کمیٹی نے بالتخصیص لے لیا ہے۔ اب محض دوسرا مقصد یعنی مسلمانوں کے خاص مفاد کی نگہداشت کا رہتا ہے، اس کے متعلق یہ ہے کہ جبتک ایک زیادہ اہم اور زیادہ ضروری مقصد، یعنی حصولِ سوراج باقی ہے اور وہ حاصل نہیں ہوا ہے : اس وقت تک لوگوں کے لئے کہ وہ اپنی مشترکہ مساعی وجد و جہد کو ایک مشترکہ غنیم کے مقابلہ میں صرف کریں اور یہ اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ لوگ اپنے خصوصی مفاد کی فکر کرتے رہیں۔ جب کہ وقت آجائیگا تو ان کے مخصوص مفاد پر توجہ دی جائیگی ــــ یہ خیال کرکے کہ گویا یہ اسباب لیگ میں کم کرنے کے لئے کافی نہ تھے، بدقسمتی سے لیگ کے قواعد و ضوابط اس طرح

پر مرتب کئے گئے جبکہ رائے عامہ نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی تھی اس وقت لیگ کے اکثر ممبران اپنی اصلی جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھے، چنانچہ لیگ کی حقیقت ایک تقویم پارینہ سے زیادہ نہیں رہی، لیگ کی کمزوریوں کے اسباب کو دور کرنا نہایت ضروری ہے …… لہٰذا ہمارا اولین فرض یہ ہونا چاہئے کہ ہم لیگ کی ممبری کی فیس کم کریں اور اس طرح اس کے ممبروں کی تعداد کو بڑھایا جاوے جو آئے سال لیگ کیلئے اپنے نمائندوں کا انتخاب کیا کریں گے، پراونشل اور آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسلوں کیلئے کانگریس کی طرح آئے سال ممبران کا انتخاب کرنا چاہئے۔

مگر سب سے اہم اور ضروری بات لیگ کے مقصد اولیٰ میں تبدیلی ہے تاکہ تغیر پذیر اور تبدیل شدہ مسلم حالات سے تطابق ہو سکے، ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ کانگریس کے عقیدے میں لفظ سوراج غیر مشرح طور پر چھوڑ دیا گیا ہے مگر اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر مظالم خلافت اور پنجاب کی تلافی ہمارے مطالبہ کردہ الفاظ پر کر دی گئی تو سوراج اندرون حکومت برطانیہ کافی تصور کیا جاویگا، ورنہ حریت کامل کے حصول کیلئے براہ راست جد وجہد کی جائے گی، مگر حضرات! آپ یاد رکھیں کہ مسلم نقطۂ نظر سے یہ کافی نہیں ہے کہ آپ محض حریت کامل کیلئے کھڑے ہوں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اس کی شکل وصورت کا، جو وہ اختیار کرنیوالی ہو، فیصلہ کریں، اور میری رائے میں جو ریاستہائے متحدہ ہند کے نقاط پر ایک ہندستانی جمہوریت ہو سکتی ہے، علاوہ ازیں لفظ "پُرامن"، جو کانگریس کے عقیدے میں رکھا گیا ہے - وہ حصول سوراج کیلئے جائز ذرائع کی تحدید کرتا ہوا مسلمانوں کے قدرتی اور مذہبی جذبات کے خلاف ہے، لہٰذا لیگ کے عقیدے میں بجائے جائز اور پُرامن' الفاظ ممکن اور مناسب' الفاظ رکھے جانے چاہئیں۔

…… حضرات! باوجود موجودہ ہندو مسلم اتحاد کے ہندستان کی ہر دو اقوام کے مابین اب بھی بہت سی سخت غلط فہمیاں اور شکوک پائے جاتے ہیں اور ہمارے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم ان غلط فہمیوں اور شکوک کی حقیقی نوعیت کا پتہ لگائیں …… یہ بات صاف ہے کہ یہ غلط فہمیاں محض آپس کے بحث ومباحثہ اور ایک دوسرے کے متعلق گہری واقفیت بہم پہنچانے سے دور ہو سکتی ہیں، اور آپس کے سمجھوتے کیلئے یہ از بس ضروری ہے کہ کوئی تیسری پارٹی درمیان میں نہ آئے …… میرے اس بیان کی بہترین مثال اس وقت فسادات موپلا کی شکل میں آپ کے سامنے موجود ہے ……

..... مسلمانوں میں مشکل کوئی شخص ایسا ملے گا جو اپنی جان بیکار طور پر قربان کر دینے کیلئے آمادہ ہو ..... اگر
ہ سے پوچھا جائے تو میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اعلان مارشل لا کے عام جواب میں کہیں گریلا طرز جنگ یا قرآن مجید کی
یت اُقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ اختیار نہ کی جائے، اس تمام کشت وخون اور خونریزی کی ذمہ داری
رنمنٹ کے کندھوں پر ہوگی، لہٰذا ممبرانِ مسلم لیگ کو بحیثیتِ نمائندگان مسلمانانِ ہند اس امر پر غور کرنا اپنا
ض تصور کرنا چاہئے کہ یا تو ترکِ موالات کو بطور اپنے عقیدے کے اختیار کرنے سے احتراز کریں، ورنہ ان کو
ہئے کہ وہ ترکِ موالات کو تشدد یا عدم تشدد کی تحدید اور قید سے آزاد کریں۔ ترکِ موالات کو پُرامن یا دوسری
رح رکھنا ہمارے قبضہ اور طاقت کی بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب تک گورنمنٹ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں
ے استعمال تک اپنے آپ کو محدود رکھتی ہے، ترکِ موالات پر امن رہ سکتا ہے جیسا کہ آج ہے، لیکن اگر معاملہ
طول دے کر گورنمنٹ پھانسیوں اور کلدار توپوں پر اُتر آئے تو پھر ترکِ موالات کی تحریک کیلئے پُرامن
ر عدم اشتداد آمیز رہنا ناممکن ہے۔

حضرات! اس منزل پر بعض اشخاص یہ سوال کرنا پسند کریں گے کہ یہ کیا بات ہے کہ جبکہ اہلِ ہنود حصولِ
ادی کی خاطر با امن ترکِ موالات کو بطور آلہ حصولِ خود مختاری اختیار کرنے پر قانع ہیں تو مسلمان کیوں ان سے
ں معاملہ میں ایک قدم آگے جانے کے لئے متفکر ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہندوستان کی نجات کیلئے جو سیاسی فرض ایک ہندو کا ہے، وہی ایک مسلمان
ی ہے۔ علاوہ ازیں ——— مسئلہ خلافت کے باعث ایک مسلمان کے لئے یہ ایک مذہبی فرض بھی
ں گیا ہے۔

..... حضرات! میری رائے میں ہندوستان کی اس وقت سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ کانگریس اور
ں کے مابین فوراً ایک باقاعدہ معاہدہ قرار پائے جس کی رو سے کانگریس سوراج کے متعلق کسی قسم کی
ت وشنید نہ کر سکے جب تک کہ کم از کم خلافت کے متعلق مسلمانوں کے مطالبات پورے نہ کئے جائیں ۔
سری طرف لیگ اپنے آپ کو اس بات کا پابند کرے کہ خواہ خلافت کے متعلق مسلم مطالبات پورے کیوں نہ
ہ ہیئے جائیں، اگر مسلمانانِ ہند، ہندوستان کی خود مختاری حاصل کرنے اور اس کو بحال رکھنے میں اپنے برادران وطن

اہلِ ہنود کے پہلو بہ پہلو کمر بستہ رہیں گے۔

حضرات! آج اس قسم کے معاہدہ کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اعلام و آثار پائے جاتے ہیں کہ آزادیٔ ہند کے دشمن (ہم کو افسوس کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ متعدد غدار ہندستانی بدیشیوں کے ساتھ کام کر رہے ہیں) اپنی تمام کوششیں اور مساعی اس میں صرف کر رہے ہیں کہ وہ ہندو مسلم اتحاد کو تباہ کریں ……

حضرات! ان تمام مسائل کا محض ایک حل ہونا چاہیئے یعنی یہ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس میں مشورہ کرکے مہاتما گاندھی سے خود مختاری ہند کا اعلان کرانا چاہیئے تاکہ مستقبل میں نہ تو انگریزوں کو دھوکہ دینے کا موقع ملے اور نہ ہندستانیوں کو دھوکے میں آنے کا موقع رہے۔ اعلانِ خود مختاری ہند کے بعد کانگریس اور لیگ کے لئے محض ایک بات رہ جاتی ہے۔ یعنی تحفظِ سوراج۔

حضرات! یکم جنوری ۱۹۲۲ء اعلانِ خود مختاری ہند کے لئے بہترین تاریخ ہے کیونکہ تاریخ مذ کر اندرون ایک سال حصولِ سوراج کا وعدہ بھی ہم اس طرح پورا کردیں گے اور باشندگانِ ہند بدیں طرق انسان اور خدا کی آنکھوں میں قائز المرام ہوں گے۔

علامہ نیاز فتح پوری

نگار

• جو اُردو صحافت کی تاریخ میں ایک مکمل باب کی حیثیت رکھتا ہے۔
• جو چالیس سال کے طویل عرصے تک ہمارے ادبی فنکاروں کی ذہنی ساخت و پرداخت کرتا رہا ہے۔
• جو اُردو داں طبقے کے مذاق کو نکھارنے میں کامیاب رہا ہے۔
• جو زندگی اور ادب کی ترقی پذیر روایات اور روشن قدروں کا نمائندہ رہا ہے
• جس نے فکر و فن کی تمام گزرگاہوں کو روشن کیا ہے۔
اور • جس کا بیباک لہجہ اُردو میں ضرب المثل بن چکا ہے۔

ظاہر و باطن کی خوش آیند تبدیلیوں کے ساتھ اکبر علی خاں کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے

قیمت
سالانہ دس روپے — فی پرچہ ۵۰ نئے پیسے

نیوز پیپر ایجنٹوں کو ۵ روپے زرِ ضمانت کے طور پر پیشگی جمع کرانا ضروری ہیں۔

نمونہ کے لئے ۵۰ نئے پیسے کے ٹکٹ بھیجئے

• مراسلت کے پتے •

ہندوستان میں: ماہنامہ نگار، گھیر سخی، رام پور، یوپی

پاکستان میں: نمائندہ نگار، ۶۱۷ این سمن آباد، لاہور